© rasailojaraid.com

ججوں کے لئے شرعی ہدایات

(من ادب القاضی : علامہ صدر شہید)

قاضی کا فریقین کو سلام کرنا

محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۱۰ھ) سے روایت ہے:

ان شریحا کان یسلم علی الخصوم [۱]
(شریح فریقین کو سلام کیا کرتے تھے)

اس لئے کہ سلام کرنا سنت ہے، لہٰذا کسی کو منصب قضا پر فائز ہونے سے اس کے لئے سنت کی پابندی ممنوع نہیں ہو جاتی، مثلاً وہ جنازہ میں شریک ہو سکتا ہے اور مریض کی عیادت کر سکتا ہے۔

مصنف احمد بن عمر (م ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ: قاضی جب مسجد میں داخل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ فریقین کو سلام کرے، یعنی (حاضرین کو) عمومی طور پر السلام علیکم کہے۔ اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اگر قاضی لوگوں کو سلام کرتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ اور اگر وہ اس لئے سلام نہیں کرتا کہ اس کا رعب قائم رہے اور اس کے وقار میں اضافہ ہو اور اس قسم کی تاویل کے پیش نظر سلام کرنا چھوڑتا ہے تو اس کے لئے گنجائش ہے۔ بعض کے نزدیک قاضی کو سلام کرنا چاہیے اور اس کے لئے سلام ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ سلام کرنا سنت ہے اور کسی منصب کو سنبھالنے کی وجہ سے سنت کو ترک کر دینا مناسب نہیں۔

یہ اس وقت ہے جب قاضی مسجد میں (فیصلہ کی غرض سے) داخل ہو رہا ہو۔ لیکن اگر وہ مسجد کے کسی کونہ میں فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھا ہوا ہے تو اسے فریقین کو سلام نہیں کرنا چاہیے،

☆ ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نہ فریقین کے لئے مناسب ہے کہ وہ اس کو سلام کریں، اسے اس لئے سلام نہیں کرنا چاہیے کہ وہ مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھا ہوا ہے، لہٰذا اسے اپنے اس کام میں مشغول رہنا چاہیے جس کے لئے وہ بیٹھا ہوا ہے۔ جہاں تک فریقین کا تعلق ہے تو ان کو اس لئے سلام نہیں کرنا چاہئے کہ سلام تو ان لوگوں کو کرنا چاہئے جو ملنے آئے ہوں، فریقین تو اس کے پاس صرف فیصلہ کی خاطر آئے ہیں، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے اس کام میں مصروف رہیں جس کے لئے وہ آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ رواج یہ ہے کہ لوگ جب اپنے حاکموں اور امراء کے پاس آتے ہیں تو وہ ان کو سلام نہیں کرتے اور نہ ہی حاکم اور امراء انہیں سلام کرتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ جب قاضی مسند قضا پر بیٹھ کر کسی کو سلام نہیں کرتا اور نہ ہی اسے سلام کیا جاتا ہے، تو حاکم کے لئے بطریق اولیٰ یہ درست ہوگا کہ وہ سلام نہ کرے۔

مگر ان مشائخ کا یہ خیال صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ لوگ حکام کو سلام کریں اور وہ بھی لوگوں کو سلام کریں، بخلاف قاضی کے (کہ اس کے سلسلے میں ایسا نہیں ہے)۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ حکام تو بیٹھے ہی فقط لوگوں کی ملاقات کے لئے ہیں نہ کہ فیصلہ کرنے کے لئے، اس لئے آنے والوں کو سلام کرنا چاہئے مگر قاضی تو فیصلے کرنے کے لئے بیٹھا ہے نہ کہ لوگوں کی ملاقات کے لئے، لہٰذا لوگ اس کو سلام نہ کریں۔ بایں ہمہ اگر کمرہ عدالت میں لوگ قاضی کو سلام کریں تو ان کے سلام کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قاضی کے لئے سلام کا جواب دینا ضروری نہیں، بلکہ اس کو اختیار ہے، اگر وہ چاہے تو انھیں سلام کا جواب دے چاہے تو نہ دے، اس لئے کہ وہ سلام جواب دیئے جانے کا مستحق ہے جو بروقت و برموقع ہو۔ اگر سلام بے موقع کیا گیا ہو تو پھر اس کا جواب نہ دیا جائے، جس طرح کہ نماز پڑھنے والے کو اگر سلام کیا جائے تو یہ سلام جواب کا مستحق نہیں۔ یہاں بھی یہی صورت ہے۔

شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل بخاری (۲) سے مروی ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص طلبہ کو پڑھا رہا ہے اس کے پاس اگر کوئی شخص آ کر سلام کرے تو اس کے لئے سلام کا جواب نہ دینے کی گنجائش ہے اس لئے کہ وہ تو پڑھانے کی غرض سے بیٹھا ہوا ہے نہ کہ سلام کا جواب دینے کے لئے اس موقع پر چونکہ یہ سلام اپنے موقع و محل پر نہیں کیا گیا لہٰذا یہ سلام جواب دیئے جانے کا مستحق نہیں۔ اسی طرح جو شخص مسجد میں ذکر کرنے کے لئے بیٹھا ہوا ہے، اس کے پاس

☆اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام☆جب حلال وحرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب ہوگا☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی شخص آ کر سلام کرتا ہے تو اس کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ سلام کا جواب نہ دے' اس لئے کہ وہ تو ذکر کرنے کے لئے بیٹھا ہوا ہے نہ کہ سلام کا جواب دینے کے لئے۔ چونکہ اپنے محل پر نہیں کیا گیا اس لئے جواب دینا بھی ضروری نہیں۔

۳۱۳۔ قاضی کے لئے نامناسب ہے کہ کسی ایک فریق سے غیر ضروری بات چیت کرے یا ایک فریق کو نظر انداز کر کے دوسرے فریق کی طرف ملتفت ہو' اس لئے کہ اس سے اس فریق کی اپنے فریق مخالف کے مقابلے میں ہمت افزائی ہو گی جس سے دوسرے فریق کی دل شکنی ہو گی۔

(واللہ تعالیٰ اعلم) ■

حواشی و حوالہ جات

۱۔ اخبار القضاۃ ۲: ۳۸۰۔

۲۔ امام ابوبکر محمد بن الفضل البخاری الکماری' مصنف ہدایہ نے اپنی کتاب کے باب الکراھیۃ میں ان کا ذکر کیا ہے انہوں نے اپنے استاد ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب السبذمونی سے فقہ پڑھی اور ان سے قاضی ابو علی الحسین بن الخضر النسفی اور امام حاکم عبدالرحمن بن محمد الکاتب وغیرہ نے علم فقہ پڑھا تھا' کچھ عرصہ نیشاپور میں قیام پذیر رہے اس کے بعد انہوں نے حج کیا اور وہیں درس حدیث دیتے رہے پھر بخارا میں کتابت کا کام کرتے رہے اور وہاں املاء کے لئے ایک بورڈ قائم کیا تھا' ۳۸۱ھ میں بروز جمعہ ماہ رمضان میں انتقال فرمایا' ان کی تصنیفات میں -کتاب الفوائد فی الفقہ- زیادہ مشہور ہے' کماری بخارا میں ایک بستی کا نام ہے' سوانح حیات کے لئے دیکھئے: الجواھر المضیۃ ۲: ۱۰۷۔۱۰۸(۳۲۶)' الفوائد البھیۃ ۱۸۴۔۱۸۵' طبقات الفقہاء : ۶۲' طبقات ابن الحنائی (مخطوطہ) : (۱۸ ب)' الھدایۃ ۴: ۸۴' نتائج الافکار المسمی بتکملۃ فتح القدیر ۸: ۱۰۰' کشف الظنون ۲: ۱۲۹۴' ھدیۃ العارفین ۲: ۵۲' معجم المولفین (کحالۃ) ۱۱: ۱۲۹' معجم البلدان (مادہ کماری) ۴: ۴۷۹' اللباب فی تہذیب الانساب (مادہ الفضلی) ۲: ۴۳۴'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منصب قضا سنبھالنے سے پہلے کی معلومات کی قانونی حیثیت

قاضی کو منصب قضا سپرد ہوا اور اس کے پاس کوئی شخص آ کر کسی چیز کا اقرار کرے یا کہے کہ جس شہر میں آپ قاضی بن کر جا رہے ہیں وہاں لوگوں کے ذمہ میرا فلاں حق ہے، میں اپنی طرف سے فلاں آدمی کو وکیل بناتا ہوں جو میری طرف سے میرے حق کا مطالبہ کرے گا، جب کہ قاضی نے اپنی ذمہ داریاں نہیں سنبھالیں بلکہ ابھی وہ اس شہر میں ہے جو اس کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو کسی شہر میں منصب قضا سپرد ہوا ہے، ابھی اس شہر سے وہ باہر نہیں نکلا جہاں خلیفہ (سربراہ مملکت) رہتا ہے، یا نکل چکا ہے لیکن اس شہر تک نہیں پہنچا جہاں اسے منصب قضا کا فریضہ انجام دینا ہے بلکہ ابھی کسی اور شہر تک پہنچا ہے کہ اس کے پاس ایک آدمی حاضر ہو کر یہ کہتا ہے: آپ جس شہر میں قاضی بن کر جا رہے ہیں وہاں لوگوں کے ذمہ میرے کچھ حقوق ہیں، میں اس آدمی کو اپنا وکیل بناتا ہوں جو وہاں میرے ان حقوق کا مطالبہ کرے گا، یہی وکیل میرے حقوق کو وصول کرے گا اور اس سلسلے میں کوئی مقدمہ بازی ہوئی تو اس کی پیروی کرے گا، قاضی، وکیل اور موکل دونوں کو پہچانتا ہے تو امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق قاضی اس مقدمہ کی سماعت نہ کرے اور نہ وکیل کا کوئی بیان قبول کرے۔ اگر وکیل قاضی کے پاس اسی شہر میں پیش ہو جاتا ہے جہاں اس کا تقرر کیا گیا ہے، تو قاضی وکیل کو وکالت کا ثبوت پیش کرنے کا حکم دے۔ مگر امام ابو یوسف اور محمد رحمتہ اللہ علیہما کے قول کے مطابق قاضی وکیل کا بیان قبول کر لے اور فیصلہ کر دے۔

اس لئے کہ ایک قاضی اس وقت قاضی بنتا ہے جب وہ اس مقام پر پہنچ جائے جہاں اس

☆اذا تعارض الحقوق قدم منها المضيّق☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قاضی کو یہ معلوم ہو جائے کہ کسی شخص کے اپنے اقرار کی وجہ سے کس کا حق اس کے ذمہ ثابت ہو رہا ہے یا قاضی نے حق کے سبب کا خود مشاہدہ کیا ہے تو وہاں بھی یہی تینوں صورتیں ہوں گی اور ان کی بابت یہی اختلاف ہوگا۔

اسی طرح جب قاضی کو یہ معلوم ہو جائے کہ کسی شخص نے کسی کو وصیت کی ہے تو متذکرہ بالا تینوں صورتیں وہاں بھی پیدا ہوں گی اور وہاں بھی اختلاف ہوگا۔

اسی طرح اگر قاضی کو یہ معلوم ہو جائے کہ کسی شخص نے اپنے ایک مقدمہ میں کسی شخص کو اس شہر میں اپنا وکیل بنایا ہے جہاں وہ قاضی بن کر جا رہا ہے اور اس نے اس کی وکالت قبول کر لی ہے۔ تو حسب سابق تینوں صورتیں ہوں گی اور ان میں وہی اختلاف ہو گا۔

امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد (م ۱۸۹ھ) کے نزدیک مندرجہ بالا تینوں صورتوں میں قاضی اپنی معلومات کی بناء پر ان سابقہ امور کا فیصلہ صادر کر دے اس لئے کہ یہ سب حقوق یکساں ہیں۔

خالص حدود اللہ مثلاً حد زنا' حد شراب نوشی اور حد سرقہ میں قاضی اپنی معلومات کی بناء پر کوئی فیصلہ صادر نہ کرے' اس لئے کہ صاحبین قاضی کی اس قسم کی معلومات کو انہیں معلومات کی طرح سمجھتے ہیں جو اسے قاضی بننے کے بعد حاصل ہوئی ہوں۔ اگر حالت قضا میں قاضی کو اس قسم کی معلومات حاصل ہوئیں مثلاً اس نے قاضی بننے کے بعد کسی کو زنا کرتے یا شراب پیتے یا چوری کرتے دیکھا' تو وہ اس شخص پر کوئی حد جاری نہ کرے' ماسوائے حد قذف اور حد قصاص کے' البتہ امام محمد رحمہ اللہ علیہ کی ایک روایت کے مطابق قاضی ذاتی معلومات کی بناء پر فیصلہ کر دے اور حدود بھی نافذ کر دے جس طرح سابقہ تینوں صورتوں میں قاضی ذاتی معلومات کی بناء پر فیصلہ کرتا ہے۔

جہاں تک خالص حقوق العباد کا تعلق ہے۔ مثلاً مالی امور۔ قصاص۔ اور دیگر مشترکہ حقوق مثلاً حد قذف وغیرہ تو جیسے ان میں قاضی حالت قضا میں حاصل شدہ معلومات کی بناء پر فیصلہ کر سکتا ہے اسی طرح ان میں ذاتی معلومات کی بناء پر بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ اس قسم کے مسائل کی

☆جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہوگی ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفصیل کتاب الحدود میں موجود ہے۔

ہر وہ معاملہ جس کو کوئی شخص قاضی کے روبرو بینہ کے ذریعہ ثابت کرنا چاہے جب کہ قاضی ابھی مقررہ مقام پر نہیں پہنچا' تو قاضی اس ثبوت کو قبول نہ کرے اور نہ اپنے علاقائی دائرہ اختیار سے باہر گواہوں کی سماعت کرے' اس لئے کہ قاضی اسی وقت قاضی بنتا ہے جب وہ اس جگہ پہنچ جائے جہاں کا اسے قاضی بنایا گیا ہے' اس لئے کہ اس کا پیش رو قاضی اس وقت تک معزول متصور نہیں ہوگا جب تک یہ اس شہر میں نہ پہنچ جائے' اس وقت تک اس کی حیثیت ایک عام باشندے کی ہے اس لئے اس حالت میں کوئی ثبوت قبول نہیں کیا جائے گا۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

حواشی و حوالہ جات

۱- دیکھئے: المبسوط ج ۱۶ ص ۱۰۵

قارئین کرام سے ضروری گزارش

☆☆☆

مجلّہ فقہ اسلامی کی ترتیب' طباعت اور ترسیل میں تاخیر ہوسکتی ہے' لیکن اگر کسی بھی انگریزی ماہ کی ۲۵ تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو براہ کرم خط لکھ کر مطلع فرمائیں تاکہ دوسری کاپی اگر اسٹاک میں ہو تو بھیجی جاسکے۔ بعض احباب سال کے آخر میں اطلاع دیتے ہیں کہ انہیں اس سال فلاں فلاں ماہ کا رسالہ نہیں ملا' سال کے آخر میں رسالہ بھیجنا اس لئے مشکل ہوتا ہے کہ اولاً تو رسالہ بچتا نہیں اور بچ جائے تو ہم جلد کرانے کے لئے بھیج دیتے ہیں۔ اس طرح ہم قارئین خصوصاً ممبر حضرات کی ضرورت پوری نہیں کرپاتے۔ لہٰذا جناب سے گزارش ہے کہ جس ماہ رسالہ نہ ملے اس ماہ کے آخری ہفتے میں خط لکھ کر مطلع فرمادیا کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عرضیوں کی وصولی

فرات بن احنف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

ان رجلا رفع الی شریح قصة فقال: انا لا نقرأ الکتب [1]

(ایک آدمی نے قاضی شریح کو ایک قصہ [2] (عرضی) پیش کی تو انہوں نے فرمایا: ہم تحریریں نہیں پڑھا کرتے)

عرضی وصول کرنے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک قاضی کو کسی صورت میں نہ عرضی وصول کرنی چاہئے نہ اسے پڑھنا چاہئے۔ قاضی شریح ان حضرات میں سے ہیں جو عرضی قبول نہیں کرتے تھے، اس لئے کہ فریقین میں سے اگر کسی ایک فریق کی عرضی قبول کرلی جائے تو دوسرا فریق اس سے پریشان ہوگا، کیونکہ عرضی میں مبالغہ بھی ہو سکتا ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک قاضی عدالت میں بیٹھا ہوا ہو تو اس وقت عرضی وصول نہیں کرنی چاہئے، مگر جب اپنے گھر یا صحن میں بیٹھا ہو تو پھر وہ عرضی لے کر پڑھ سکتا ہے۔ یہی ہمارا نقطہ نظر بھی ہے، خلفاء راشدین بھی عرضیاں وصول کرتے تھے اور بعد میں آنے والے خلفاء اور حکام بھی اسی طرح عرضیاں وصول کرتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی فریق عجمی ہو جو قاضی کی زبان نہ جانتا ہو یا قاضی اس کی زبان نہ سمجھتا ہو۔ اس صورت میں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی سے مدد لے کر عرضی لکھوائے اور پھر قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ اسے صورت حال کا علم ہو جائے، لیکن جب قاضی عدالت میں بیٹھا ہوا ہو تو اس وقت وہ عرضی وصول نہ کرے، اس لئے کہ وہ صرف قضا کے لئے بیٹھا ہوا ہے۔ قاضی شریح (م ۷۵ھ) نے بھی عرضی وصول نہیں کی تھی جب کہ وہ عدالت میں بیٹھے تھے، ان شاء اللہ تعالی اس سلسلے میں ہم تیرے قول میں مزید بیان کریں گے۔

ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۱۰ھ) سے روایت ہے:

کان شریح اذا سئل: کیف اصبحت؟ قال: اصبحت و شطر الناس علی غضبان [3]

(جب قاضی شریح (م ۷۵ھ) سے دریافت کیا گیا کہ آج آپ کی صبح کیسی گزری؟ تو انہوں نے جواب دیا اس حال میں کہ آدھے لوگ مجھ سے ناراض تھے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آدھے لوگوں سے مراد آدھے فریقین ہیں، مگر درحقیقت اس سے مراد آدھے فریقین بھی نہیں ہیں، اس لئے کہ بعض فریق صلح کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں ہر فریق شکر گزار ہو گا، جس فریق کے خلاف فیصلہ ہوا ہو وہ بھی (شکر گزار ہو سکتا ہے) کیونکہ بعض فریق متقی اور دیانت دار ہوتے ہیں وہ حق کی اطاعت کرتے ہوئے عدالت سے اٹھتے ہیں، اس سے یہ پتہ چلا کہ قاضی شریح کی مراد آدھے کے قریب لوگ تھے۔ اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ منصب قضا قبول کرنے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ابن سیرین (م ۱۱۰ھ) سے روایت ہے:

ان شريحا كان يجيز الاعتراف في القصص

(قاضی شریح عرضیوں میں (تحریری) اقرار کو جائز قرار دیتے تھے)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریح ان حضرات میں سے تھے جو عرضی وصول کرتے تھے، اس لئے کہ اقرار عرضی قبول کرنے کے بعد ہی (معلوم) ہو سکتا ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ قاضی شریح کا نقطہ نظر تو یہ ہے کہ جب وہ کوئی عرضی وصول کرتے تو سائل سے پوچھتے: کیا یہ تمہاری عرضی ہے؟ وہ اثبات میں جواب دیتا تو پھر اس سے پوچھتے: کیا یہ تم نے لکھی ہے؟ اثبات میں جواب ملنے پر پھر دریافت کرتے: کیا یہ درخواست حقیقت پر مبنی ہے؟ اگر وہ اثبات میں جواب دیتا تو آپ اس عرضی کو پڑھتے تھے اگر عرضی میں اقرار ہوتا تو اقرار کی بنیاد پر اس کے خلاف فیصلہ دے دیتے تھے۔

اس بارے میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ قاضی کو عرضی قبول کر لینی چاہئے، مگر وہ سائل کے اقرار پر اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہ دے۔ ہو سکتا ہے کہ عرضی لکھنے والے نے اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی کر دی ہو یا اس نے خود لکھی ہو لیکن اس سے کوئی غلطی یا بھول چوک ہو گئی ہو یا اس نے لکھی ہو مگر اس کا قاضی کو دینے کا ارادہ نہ ہو پھر اس سے بھول چوک ہو گئی یا نسیان ہو گیا اور اس نے قاضی کے حوالہ کر دی ہو، اس لئے یہ عرضی محتمل ہے (کہ اس کے مندرجات واقعات پر مبنی ہیں یا نہیں) اس صورت میں یہ عرضی قابل حجت نہیں، سوائے اس صورت کے کہ قاضی کو یہ بتا دے کہ عرضی میں کیا ہے۔ اگر قاضی کو اس نے بتا دیا اور اس کا اقرار کیا تو قاضی اس کے اقرار کی بنیاد پر اس کے خلاف اپنا فیصلہ صادر کر دے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض نسخوں میں یوں ہے: ان شریحا کان لایجیز الاعتراف فی التصص (قاضی شریح عرضیوں میں اقرار کو قابل قبول قرار نہیں دیتے تھے) مگر پہلا قول صحیح تر ہے۔ قاضی شریح سے اگر اسی طرح مروی ہے تو جن حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ قاضی شریح عرضی قبول کر لیتے تھے تو یہ حضرات اس باب کے آغاز میں ذکر کردہ قول کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے اس لئے عرضی قبول نہیں کی تھی کہ وہ مجلس قضا میں بیٹھے ہوئے تھے' جیسا کہ ہمارا مسلک ہے' تو انہیں یہ تاویل کرنے کی ضرورت نہیں کہ ممکن ہے وہ عرضی تو وصول کر لیتے ہوں لیکن عرضی میں اقرار کو قابل قبول بیان قرار نہ دیتے ہوں' جیسا کہ ہمارا نقطہ نظر ہے۔

قاضی شریح سے اگر پہلی روایت مروی ہے (صحیح بھی یہی ہے) تو جن حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ قاضی شریح عرضی قبول نہیں کرتے تھے' تو وہ آغاز باب والے قول کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور اس پہلی روایت کی انہیں تاویل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے' تاویل یہ ہے کہ قاضی شریح کو مدعی کی جھجک کا احساس ہو گیا تھا' اگر قاضی کو مدعی کی جھجک اور کمزوری بیان کا علم ہو جائے تو وہ اس صورت میں اس سے عرضی لے لے۔ اس کی نظیر وہ ہے جو فقہاء نے بیان کی ہے کہ فریقین میں سے کسی فریق نے کوئی وکیل بنایا ہے اگر قاضی اس پر الزام عائد کرے کہ یہ وکیل تلبیس یا تدلیس سے کام لے رہا ہے یا فریق مخالف پر بے جا غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کی وکالت قبول نہ کرے' اگر قاضی سمجھتا ہو کہ کوئی فریق بذات خود اپنا نقطہ نظر بیان کرنے سے قاصر ہے تو وہ اس کی وکالت قبول کر لے۔ یہاں بھی یہی صورت ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ قصہ کی جمع قصص ہے لغت میں اس کے کئی معنی آتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: امر' شان اور کہانی' کہا جاتا ہے -ماقصتک- یعنی آپ کا کیا معاملہ ہے ؟ آپ کا کیا حال ہے؟ اسی طرح کہتے ہیں -اقتص الحدیث- یعنی اس نے وہ بات اسی طرح نقل کی' قص علیہ الخبر (اس نے اسے خبر بتائی) یہاں قصہ سے مراد کاغذ کا وہ ٹکڑا ہے جس پر مدعی اپنے دعوی کا خلاصہ لکھتا ہے یا صورت حال بیان کرتا ہے' اس کی جمع قصص ہے' دیکھئے: المصباح المنیر (مادہ قصص) : ۲: ۷۷۹' القاموس المحیط (قصص) : ۲: ۳۲۵' المختار من صحاح اللغہ (قصص) : ۴۲۴'

۲۔ اخبار القضاۃ ۲: ۲۴۱' ۳۲۰' المبسوط ۱۶: ۷۱'

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قاضی کا سنتری

ام داود وابشیتنا سے روایت ہے:

رایت علی راس شریح شرطیا بیدہ سوط (۱)

(میں نے دیکھا کہ ایک شرطی اپنے ہاتھ میں کوڑا لئے ہوئے قاضی شریح کے پیچھے کھڑا ہے)

"شرطی" سے مراد وہ شخص ہے جسے صاحب مجلس (پیش کار عدالت) ' عریف اور جلواز بھی کہتے تھے ' جلوزۃ کے لغوی معنی روکنا ہیں ' جلواز (سنتری) قاضی کے پیچھے اس لئے کھڑا ہوتا تھا کہ وہ لوگوں کو اس کی بے ادبی کرنے اور اس کے آگے بڑھنے سے روکے رکھے۔

آثار میں حضرت عبداللہ بن عمر (۲) رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق یہ روایت ہے بیان کی گئی:

انہ کان اذا سافر استصحب رجلا بہ سوء ادب فقیل لہ فی ذلک فقال: اما علمت ان الشر بالشر یدفع (۳)

(جب وہ کہیں سفر پر روانہ ہوتے تو کسی ایسے شخص کو اپنے ہمراہ لے جاتے جو ذرا بدتمیز ہوتا ' اس بارے میں جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ برائی کو برائی ہی کے ذریعہ روکا جا سکتا ہے)۔

راوی بتلاتے ہیں کہ اس شخص کے پاس کوڑا ہوتا تھا ' اس لئے کہ اگر بیوقوف لوگوں کے ساتھ کوئی تادیبی کارروائی کرنی پڑے تو اس کوڑے سے یہ کارروائی کی جا سکے۔

☆ ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمرو بن قیس (۴) سے مروی ہے:

رأيت رجلا يقوم على رأس شريح، فاذا تقدم اليه الخصمان قال: ايكما المدعى فليتكلم (۵)

(میں نے ایک شخص کو دیکھا جو شریح کی پشت پر کھڑا ہے، جب فریقین قاضی کے پاس پیش ہوتے تو یہ شخص ان سے کہتا: تم میں سے مدعی کون ہے؟ وہی بات کرے)۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ قاضی کسی فریق کو بولنے کے لئے کہے یا نہ کہے؟ اس بارے میں ساتویں باب میں تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ قاضی شریح (م ۷۵ھ) ان حضرات میں سے ہیں جو کسی فریق کو بولنے کے لئے کہا کرتے تھے، لیکن اس کے لئے وہ کسی اور شخص سے کہتے تھے، تاکہ ان کا رعب و جلال قائم رہے۔

خالد الحذاء سے روایت ہے:

شهدت أياسا حين استقضى قال: فجلس ناحية، فنكس راسه وجعل يبكي والخصوم ناحية

(ایاس کو جب قاضی بنایا گیا تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ایک طرف بیٹھ گئے اور اپنا سر جھکائے ہوئے رونے لگے، فریقین دوسری طرف تھے)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایاس تارک الدنیا اور پارسا تابعین میں سے تھے۔ انھیں منصب قضا پر مجبور کیا گیا تھا۔ منصب قضا کی ذمہ داریوں کے پیش نظر یا اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں کسی کے ساتھ ناانصافی میں مبتلا نہ ہو جائیں، وہ رونے لگے تھے، لیکن وہ فریقین کے سامنے نہیں روئے تھے، ایک طرف کونہ میں بیٹھ کر روئے تھے، جب کہ فریقین دوسرے کونے میں تھے، تاکہ عدالت میں ان کا رعب اور عدالت کا وقار قائم رہے۔

خالد کہتے ہیں: پھر ایاس نے دو دو آدمیوں کو اپنے پاس بلایا، انہوں نے بغیر کسی گواہ کے ستر فریقوں کے درمیان فیصلے کئے جو اقرار کی بنیاد پر تھے (۶)۔ اس کی وجہ ایاس کی حسن نیت تھی اور لوگ بھی بھلے تھے، ایاس کا دور صدق و صفا کا دور تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کی نیکی و بھلائی کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ وہ لوگ قاضی کے پاس خصومات کی خاطر نہیں آتے تھے' وہ تو قاضی کے پاس صرف اس لئے آتے تھے تاکہ واضح ہو جائے کہ حق پر کون ہے اور غلطی پر کون؟ ہر شخص حق کا پیروکار تھا' یہی وجہ ہے کہ قاضی ان لوگوں میں مفتی سے موسوم ہوتا تھا۔ چونکہ ہمارا دور بگڑ چکا ہے اس لئے قاضی کو گواہوں اور قسموں کی ضرورت پڑتی ہے۔

قاضی کا نائب

مصنف (متن) احمد بن عمر فرماتے ہیں :

قاضی کو چاہئے کہ وہ کسی آدمی کو متعین کرلے جو اس کے سامنے کھڑا رہے' یہ شخص بااعتماد ہو جو لوگوں کو پرچیوں کے ذریعہ بلاتا رہے' اس کی وجہ پیشتر ازیں ہم بیان کر چکے ہیں۔ قاضی کے سامنے کھڑا ہونے والے اس آدمی کے لئے یہ نامناسب ہے کہ وہ عدالت میں کسی فریق سے سرگوشی کرے' اس لئے کہ وہ قاضی کا نائب ہے۔

مصنف فرماتے ہیں:

جب فریقین قاضی کے سامنے بیٹھ جائیں تو اگر قاضی یہ مناسب سمجھے کہ اس نگران کو فریقین اور قاضی کے مابین ہونے والی کارروائی کا علم نہ ہو تو وہ اس کو ایک طرف ہو جانے کا حکم دے سکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر اس نے کارروائی سن لی تو ہو سکتا ہے وہ کسی فریق کو ہدایات دے یا کوئی حیلہ بتلا دے' اس طرح اس پر رشوت لینے کا الزام عائد ہو سکتا ہے البتہ اگر وہ بااعتماد ہو اور قاضی اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں' تاہم اس بارے میں قاضی کو احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی و حوالہ جات

۱۔ اخبار القضاۃ ۲: ۳۳۰'

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما' ایک پارسا صحابی ہیں' ان کی والدہ کا اسم گرامی زینب بنت مظعون تھا' بلوغت سے قبل اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا' اپنے والد سے پیشتر ہجرت مدینہ کی تھی' علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ابن عمر اپنی صغر سنی کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے' بعض کے نزدیک غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے اور بعض کے نزدیک اس غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے' ان کے بارے میں صحیحین میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ غزوہ احد کے موقع پر جب میری عمر ۱۴ سال تھی تو میں نے اس غزوہ میں شریک ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو انہوں نے مجھے اس کے لئے اجازت نہ دی' غزوہ خندق کے موقع پر جب میں نے اس میں شریک ہونے کے لئے آپ سے اجازت طلب کی' اس وقت میری عمر ۱۵ سال تھی تو آپ نے اس میں شریک ہونے کے لئے اجازت دے دی' حضرت ابن عمر غزوہ خندق میں اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے' وہ غزوہ موتہ' غزوہ یرموک' فتح مصر اور افریقہ میں شریک ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ پر شدت سے عمل پیرا ہوتے تھے' ان سے کثیر احادیث مروی ہیں' بخاری اور مسلم میں مشترکہ طور پر ۱۷۰' صرف بخاری میں ۸۱ اور مسلم میں ۳۱ احادیث مروی ہیں' ان کا شمار عبادلہ اربعہ میں ہوتا ہے اور ۶ کثیر الروایہ صحابہ میں سے ہیں' مکہ مکرمہ میں ۷۳ھ میں وفات پائی' سوانح حیات کے لئے دیکھئے: تہذیب الاسماء و اللغات : قسم ۱ ج ۲ ۲۷۸-۲۸۱(۳۲۱)' مستدرک الحاکم ۳: ۵۵۶-۵۶۱' جامع الاصول ۱۰: ۴۴(۶۵۹۱)' المعرفۃ والتاریخ ۱: ۲۴۹' ۴۹۰' الاصابۃ ۲: ۳۳۸(۴۸۳۴)' الاستیعاب ۲: ۳۳۳-۳۳۸' اسد الغابۃ ۳: ۳۴۰(۳۰۸۰)۔

۳۔ مختار الحکم (مبشر بن فاتک) : ص ۵۴' امثال ابی عبید : ص ۲

۴۔ (کتاب کے ایک نسخہ میں اس قول کے راوی ابن عمرو ہیں مگر صحیح عمرو ہے دیکھئے: المعرفۃ و التاریخ (فسوی) ۱: ۳۴۹' ۳۵۰' اخبار القضاۃ ۲: ۳۰۷'

۵۔ اخبار القضاۃ ۲: ۳۰۷' ۲: ۲۱۵' ۲: ۲۷۷'

۶۔ اخبار القضاۃ ۱: ۳۱۷-۳۱۸

زلزلہ زدگان کی مدد اور خدمت ہمارا دینی وملی فریضہ ہے اس میں کوتاہی نہ کیجئے

XXXXXXXXXXXXXX

اللہ تعالیٰ اہل پاکستان کو ہر ارضی و سماوی آفت سے محفوظ رکھے

(آمین)

مجلس ادارت ☆ مجلہ فقہ اسلامی کراچی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فریقین میں مساوات

عبداللہ بن مبارک (م۱۸۱ھ) مصعب بن ثابت سے روایت کرتے ہیں:

ان عبداللہ بن الزبیر خاصمہ عمرو بن الزبیر الی سعید بن العاص وھو علی السریر' وقد اجلس عمرو بن الزبیر علی السریر' فلما جاء عبداللہ وسع لہ سعید من شقہ الاخر فقال: ھھنا' فقال عبداللہ: الارض' قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الخصمین یقعدان بین یدی الامام[1]

(عمرو بن زبیر[2] نے حضرت عبداللہ بن زبیر[3] کے خلاف سعید بن العاص[4] کے ہاں ایک مقدمہ پیش کیا' سعید بن العاص چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے عمرو بن زبیر کو بھی چارپائی پر بٹھایا ہوا تھا۔ عبداللہ بن زبیر جب آئے تو سعید نے اپنی دوسری طرف جگہ بناتے ہوئے ان سے کہا: آپ یہاں آ جائیں' حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں زمین پر بیٹھوں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یا آپ کی سنت تو یہ ہے کہ فریقین قاضی کے سامنے بیٹھیں)۔

اس روایت میں اس امر کی دلیل ہے کہ فریقین قاضی کے سامنے دو زانو ہو کر زمین پر بیٹھیں' کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی اگر دونوں فریقوں کو چارپائی پر ایک طرف بٹھاتا ہے تو اس طرح ایک فریق قاضی کے قریب تر ہو جاتا ہے نتیجۃً مساوات باقی نہیں رہتی۔ اگر ایک فریق کو اپنی دائیں جانب اور دوسرے کو اپنی بائیں جانب بٹھاتا ہے تو پھر بھی مساوات باقی نہیں رہتی' اس لئے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر بہر حال فضیلت حاصل ہے' کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے بائیں جانب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ تشریف فرما ہوا کرتے تھے (۵)۔ اس سے حضرت ابوبکر الصدیق کی حضرت عمر پر فضیلت ظاہر کرنا مقصود ہوتا تھا۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابوعبید) ☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعبی (م ۱۰۳ھ) بیان کرتے ہیں:

کان حائط بین عمر بن الخطاب و ابی بن کعب رضی اللہ عنہما فکانا جمیعا یدعیانہ' فتقاضیا الی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فاتیاہ فضربا الباب' فسمع زید صوت عمر رضی اللہ عنہ فاستقبل فقال: الا ارسلت الی یا امیر المومنین' فقال فی بیتہ یوتی الحکم (۶)

(حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (م ۲۳ھ) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ایک دیوار کے سلسلے میں دونوں دعویدار تھے' دونوں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مقدمہ لے کر گئے اور ان کے دروازہ پر دستک دی' حضرت زید (م ۴۵ھ) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر ان کی طرف بڑھے اور عرض کیا: امیر المومنین آپ نے مجھے کیوں نہ بلا بھیجا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ثالث سے ملنے کے لئے چل کر اس کے گھر آنا چاہئے (۷)۔

اس روایت سے تحکیم کے جواز کا پتہ چلتا ہے اور اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ اگر حاکم وقت کو کوئی مقدمہ پیش کرنا پڑے یا اس کے خلاف کوئی مقدمہ کیا جائے تو بذات خود وہ کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اسے کسی دوسرے شخص کو اپنا حکم بنانا چاہئے جو اس کے اور اس کے فریق مخالف کے درمیان فیصلہ کرے' کیونکہ حضرت عمر نے حضرت زید بن ثابت کو حکم بنایا تھا۔ حاکم وقت جب کسی شخص کو حکم بناتا ہے تو اس کی حیثیت ایک باقاعدہ طور پر مقرر شدہ قاضی کی ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حاکم وقت حکم کو اپنے پاس نہ بلائے' بلکہ وہ خود حکم کے پاس چل کر جائے۔ اس سے قاضی کی تعظیم و تکریم مقصود ہے' جس طرح شاگرد اپنے استاد کو اپنے ہاں نہیں بلواتا بلکہ علم کی تعظیم کی خاطر خود اس کے پاس چل کر جاتا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرام کے درمیان تنازعات ہوا کرتے تھے' لیکن ان کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہئے' اس طرح کا معاملہ اس امر پر محمول کرنا چاہئے کہ بعض دفعہ انہیں اشتباہ ہو جاتا تھا' اس لئے وہ عدالت سے رجوع کرتے تھے' تاکہ حق واضح ہو جائے' کوئی شخص ان کے بارے میں کوئی اور گمان نہ کرے۔

یہاں راوی نے حائط کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حائط۔ ایک عمارت کا نام ہے لیکن یہاں اس سے مراد وہ چار دیواری ہے جس میں کھجور کے درخت وغیرہ شامل ہوں' آگے فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب حضرت عمر گھر میں داخل ہوئے تو حضرت زید نے ان کو تکیہ پیش کیا اور عرض کیا: امیر المومنین یہاں تشریف رکھیں، حضرت عمر نے فرمایا: یہ تمھاری ناانصافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں تو تمہارے پاس مقدمہ کے تصفیہ کے لئے آیا ہوں نہ کہ تم سے ملنے کے لئے۔

اس کے بعد دونوں حضرات حضرت زید کے سامنے بیٹھ گئے، ابی نے کہا: چار دیواری میری ہے، حضرت زید نے فرمایا: آپ ثبوت پیش کریں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چار دیواری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھ

پھر حضرت زید نے ابی بن کعب سے کہا: اگر آپ امیر المومنین کو قسم سے معاف کرنا چاہیں تو کردیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی نے فرمایا: یہ بھی ایک ناانصافی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کو اس قسم کے الفاظ نہیں کہنے چاہئیں۔ قاضی کا کام تو فریقین کے درمیان فیصلہ کرنا ہے، قاضی کے اس قسم کے الفاظ بھی ناانصافی کے زمرہ میں آتے ہیں۔

حضرت ابی نے کہا: چلو میں معاف کر دیتا ہوں اور حضرت عمر کے بیان کی تصدیق کرتا ہوں، حضرت عمر نے فرمایا: نہیں نہیں، آپ میرے خلاف قسم کے ذریعہ فیصلہ کریں، لیکن میں قسم نہیں کھاوں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ **اگر کوئی شخص قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کے خلاف فیصلہ** کیا جاسکتا ہے۔ نیز سچی قسم کھانے سے احتراز کرنا بھی ضروری ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے پہلے کہا: "نہیں" پھر قدرے توقف کے بعد فرمایا: آپ فیصلہ کریں، اس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ نہیں نہیں، یعنی آپ میرے خلاف جب قسم کے ذریعہ فیصلہ کرتے ہیں تو میں قسم کیسے نہیں کھاوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سچی قسم کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے قسم کا کھانا ترک کردیا گیا تھا مگر اس کے باوجود آپ نے فرمایا میں قسم کھاوں گا۔ روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سچی قسمیں کھایا کرتے تھے (۸)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ روایت فریقین میں لازمی طور پر مساوات قائم رکھنے کو ثابت کر رہی ہے۔

حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں:

اذا ابتلی احدکم بالقضاء فلیسو بینھم فی المجلس والاشارۃ والنظر ولا یرفع صوتہ علی احد الخصمین اکثر من الاخر (۹)۔

(جب تم میں سے کوئی شخص منصب قضا کی آزمائش میں ڈال دیا جائے تو اسے چاہئے کہ فریقین کے درمیان نشست' اشارہ اور نگاہ میں مساوات قائم رکھے اور اپنی آواز بھی کسی ایک فریق پر زیادہ بلند نہ کرے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فریقین کے درمیان مساوات کو لازمی طور پر قائم رکھنا چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما(م ۶۸ ھ) سے روایت ہے:

فی قولہ تعالیٰ "یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء" ---الی قولہ تعالیٰ "وان تلووا او تعرضوا" قال ھو الرجلان یجلسان عند القاضی فیکون لی القاضی واعراضہ لاحد الرجلین علی الاخر (۱۰)۔

(وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ" ---سے لے کر فرمان الٰہی - وان تلووا او تعرضوا" تک کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دو آدمی قاضی کے سامنے بیٹھے ہوں اور قاضی کی توجہ اور بے توجہی' ایک کے حق میں اور دوسرے کے خلاف ہو)۔

مطلب یہ ہے کہ قاضی کا دونوں فریقوں پر توجہ دینے کے بعد کسی ایک فریق کی طرف گردن موڑ کر توجہ دینا شریعت میں منع ہے' کیونکہ اس سے ایک فریق کی اعانت ہوتی ہے اور دوسرے کی دل شکنی' قاضی دونوں فریقوں کے درمیان مساوات قائم رکھنے کا پابند ہے۔

مصنف متن (احمد بن عمر) فرماتے ہیں کہ قاضی کو فریقین کے درمیان مساوات قائم رکھنا چاہئے ۔ اس کے بعد مصنف نے دوسرے امور کو بیان کیا ہے جن کی تفصیل ساتویں باب میں ذکر کی جا چکی ہے۔

(واللہ اعلم)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی و حوالہ جات

۱۔ مسند امام احمد ۴: ۴، المستدرک ۴: ۹۴، التلخیص علی ہامش الحاکم ۴: ۹۵، السنن الکبری ۱۰: ۱۳۵، سنن ابی داود (کتاب الاقضیۃ) ۳: ۳۰۲(۳۵۸۸)، تلخیص الحبیر ۴: ۱۹۳(۲۱۰۴)

۲۔ عمرو بن زبیر بن العوام، ان کی والدہ کا نام امہ بنت خالد بن سعید بن العاص تھا، یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے بھائی تھے لیکن ان کے سب سے بڑے مخالف تھے، بلکہ اس گروہ کے قائد تھے جس نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے لڑائی کی تھی، عمرو بن زبیر کو قید میں ڈالا گیا اور کوڑے لگائے گئے تھے اور انہوں نے جیل سے رہائی نہیں پائی تھی، وہیں ان کی وفات ہوئی تھی، سوانح کے لئے دیکھئے: طبقات ابن سعد ۵: ۱۳۷-۱۳۸، المعارف (عکاشہ): ۲۲۱، سیر اعلام النبلاء ۱: ۳

۳۔ حضرت عبداللہ بن زبیر العوام صحابی ابن صحابی ہیں، ان کی والدہ کا نام اسماء بنت ابی بکر تھا، جن صحابہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی ان میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے یہی تھے، ان کی ولادت سے پیشتر یہودیوں نے مسلمانوں کے بارے میں یہ کہا تھا کہ مسلمانوں پر ایسا جادو ہو گیا ہے کہ ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی، حضرت عبداللہ ابن زبیر روزے بہت رکھتے تھے، رات کو (عبادت کے لئے) قیام کرتے تھے، لمبی نماز پڑھتے تھے اور صلہ رحمی کرنے والے انسان تھے، آپ بہت بڑے بہادر تھے۔ عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کی معیت میں افریقہ پر حملے میں شرکت کی، اور آپ ہی وہ جان نثار تھے جنہوں نے شاہ افریقہ کا قصد کیا چنانچہ اسے قتل کر دیا، افریقہ کی فتح ان کی سرپرستی میں ہوئی تھی، جب یزید کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے خلافت کے لئے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بیشتر صوبوں نے ان کی اطاعت کر لی، حجاج کے محاصرہ تک خلافت پر قائم رہے، ۷۳ھ میں حجاج نے انہیں شہید کر دیا، ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں ۶ احادیث بخاری اور مسلم دونوں نے اور تنہا مسلم نے ۲ احادیث روایت کی ہیں، ان کا شمار عبادلہ اربعہ میں ہوتا ہے سوانح کے لئے دیکھئے: نسب قریش للمصعب الزبیری: ص ۲۳۶، ۲۳۷، جمھرۃ نسب قریش و اخبارھا للزبیر بن بکار: ص ۵، تہذیب الاسماء و اللغات ۱: ۱: ۲۶۶(۲۹۷)، اسد الغابۃ ۳: ۲۴۱، (۲۹۴۶)، الاصابۃ ۳: ۳۰۱(۲۶۸۳)، الاستیعاب ۳: ۲۹۱-۲۹۸، انساب الاشراف: ۱۱۸، ۳۵۵

۴۔ سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس. رسول اللہ کے صحابی ہیں، یہ ہجرت کے سال اور بعض کے نزدیک ۱ھ میں پیدا ہوئے، ان کا شمار قریش کے اشراف اور فصحاء میں ہوتا ہے، یہ بھی مصحف عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے کاتبین میں شامل تھے، حضرت عثمان نے انہیں ولید بن عقبہ کے بعد کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا، انہوں نے جنگ طبرستان و جرجان لڑی اور ان کو فتح کر لیا، جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو فتنہ و فساد سے الگ ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور جنگ جمل و صفین میں کوئی حصہ نہ لیا، بعد میں حضرت امیر معاویہ نے ان کو سرزنش کی تو انہوں نے اپنا عذر پیش کیا جس کو حضرت امیر معاویہ نے قبول کر لیا اور مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کر دیا، حضرت سعید بہت بڑے سخی تھے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، ۵۹ھ میں وفات پائی، سوانح کے لئے دیکھئے: الاستیعاب ۲: ۸-۱۲، الاصابۃ ۲: ۳۵-۳۶(۳۲۶۸)، اسد الغابۃ ۲: ۳۹۱-۳۹۳(۲۰۸۲)، طبقات ابن سعد ۱: ۱: ۸۱، ج ۱: ۲: ۱۸۰، ج ۲: ۱: ۱۱۳، ج ۳: ۱: ۱۷۶، ج ۴: ۶۷، ۷۸، ۸۶، ۸۸، ج ۵: ۲، ۲۶، ۲۸۶، ج ۶: ۱۵، ۹۰، ۲۸۲، ج ۸: ۲۴۰، ۳۴۱، تہذیب الاسماء و اللغات ۱: ۱: ۲۱۸ (۲۱۰)، المعرفۃ والتاریخ ۱: ۲۹۲-۲۹۳،

☆الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض ☆قسم کا دارومدار الفاظ پر ہوتا ہے اغراض پر نہیں
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۔ مسند امام احمد ۲: ۷۱،

۶۔ ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن یزید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار الانصاری الخزرجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور ایک قاری ہیں، ان ۷۰ انصار میں شامل تھے جو عقبہ ثانیہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، ان سے متعدد احادیث مروی ہیں، بخاری اور مسلم دونوں نے ان سے ۳ احادیث کی روایت کی ہے، تنہا بخاری نے ۳ اور مسلم نے ۷ احادیث کی روایت کی ہے، ان سے بہت سے صحابہ کرام نے روایت کی ہے ان میں حضرت ابو ایوب حضرت ابن عباس حضرت ابو موسیٰ وغیرہ شامل ہیں، ان سے تابعین نے بھی روایت کی ہے جن میں ان کا بیٹا الطفیل، سوید ابن غفلہ اور زر بن حبیش وغیرہ شامل ہیں. بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب حضرت ابی بن کعب کو پڑھ کر سنائی اور یہ فرمایا "مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت کی ہے کہ میں تمہیں یہ سورت پڑھ کر سناؤں"، یہ ابی بن کعب کی ایک بہت بڑی شان ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں، جو صحابہ مشہور قاری ہیں یہ بھی ان میں شامل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں یہ ایک قاضی بھی تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہ آپ کے پہلے کاتب تھے، بعض کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۳۰ھ میں اور بعض کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی، سوانح حیات کے لئے دیکھئے: تھذیب الاسماء واللغات ۱: ۱: ۱۰۸-۱۱۰(۴۴)، تذکرۃ الحفاظ ۱: ۱۶-۱۷(۶)، انساب الاشراف (مخطوطہ) : ص ۱۰۶، المعارف (عکاشہ) : ۲۶۱، سیر اعلام النبلاء (ذھبی) ۱: ۹۱، المعرفۃ و التاریخ ۱: ۳۱۵، طبقات ابن سعد ۳: ۱: ۱۳،

۷۔ منتخب کنز العمال ۲: ۱۹۶، سنن البیھقی ۱۰: ۱۳۶، السنن الکبری ۱۰: ۱۴۴-۱۳۵، اخبار القضاۃ ۱: ۱۰۸-۱۱۰، الازکیاء لابن الجوزی : ۲۴۳، جمھرۃ الامثال ۱: ۲۶۸، المستقصی ۲: ۱۸۳، مجمع الامثال ۲: ۱۱، العقد الفرید ۲: ۶۶، فرائد اللالی ۲: ۵۶،

۸۔ تلخیص الحبیر ۴: ۱۶۶(۲۰۳۴)، صحیح البخاری (التوحید) ۴: ۱۸۷، (القدر) ۴: ۱۰۰، مسند امام احمد ۳: ۴۳، ۴۸، تلخیص الحبیر ۴: ۱۶۶-۱۶۷(۲۰۳۵)،

۹۔ سنن الدارقطنی ۴: ۲۰۵(۱۰، ۱۱)، السنن الکبری ۱۰: ۱۳۵، المطالب العالیۃ : ج ۲ ص ۲۴۷-۲۴۸(۲۱۲۵)، مجمع الزوائد ۴: ۱۹۷، نصب الرایۃ ۴: ۴۳-۴۷، الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ ۲: ۱۹۴، الجامع الصغیر ۱: ۱۵، التیسیر بشرح الجامع الصغیر ۱: ۵۷،

۱۰۔ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ۲: ۲۳۴، تفسیر الطبری ۹: ۳۰۷، مختصر تفسیر الطبری ۱: ۱۲۷، تفسیر القرطبی ۵: ۴۱۳، اخبار القضاۃ ۱: ۳۲، تفسیر الخازن ۱: ۵۰۷، تفسیر البغوی (علی ھامش تفسیر الخازن) ۱: ۵۰۷، اور آیت سورۃ النساء ۱۳۴ ہے۔

© rasailojaraid.com